OPEN ACCESS

ABHATH

(Research Journal of Islamic Studies)

Published by: ***Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.***

ISSN (Print): 2519-7932

ISSN (Online): 2521-067X

July-December-2025

Vol. 10, Issue: 38

Email:abhaath@lgu.edu.pk

OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

حقوق مجردہ کی خرید وفروخت اور زکوٰۃ کا حکم معاصر اہلِ علم کی آراء کے تناظر میں

The buying and selling of abstract rights and zakat in the context of the opinions of contemporary scholars

Muhammad Hashim
Ph.D Research Scholar, Minhaj University, Lahore:
muftihashim92@gmail.com

Muhammad Mumtaz ul Hasan
Principal, College of Sharia and Islamic Sciences, Minhaj University, Lahore:
drmumtaz365@gmail.com

Abstract

In the past, many things were not considered valuable goods, while in the present era, they are included in the category of goods. In fact, in the present era, some things have acquired the status of goods that did not even exist in the past. Such as copyright, trademarks, and commercial licenses, etc., which are collectively referred to as "abstract rights" (intangible rights). This article defines property and clarifies that this definition encompasses various rights. It mentions the types of rights and explains the opinions of scholars regarding their purchase and sale. Rights whose buying and selling have become a custom. According to the most authoritative opinion, it is permissible to buy and sell them, and there are three opinions regarding Zakat on the capital obtained from them. According to the most authoritative opinion, Zakat on such capital is somewhat detailed. In some cases, Zakat is obligatory, while in some cases, Zakat is not obligatory.

Keywords: abstract rights, copyright, trademarks, commercial licenses, Zakat

عصرِ حاضر میں بڑی تیزی کے ساتھ حالات بدل رہے ہیں اور وقت اپنی کروٹیں تبدیل کررہا ہے، وقت کی اس تیز رفتاری، لوگوں کی جدت پسندی اور دورِ ھٰذا کی مادی ترقیات سے نت نئے مسائل کھڑے ہورہے ہیں۔

بالخصوص معاملات میں توجدت کا ایک نہ ختم ہونے والا تسلسل جاری ہے۔ بہت سی ایسی چیزیں تھیں کہ زمانہ سابق میں ان کی خرید وفروخت کا تصور نہیں تھا، ان کی طرف کوئی التفات اور رغبت نہیں کی جاتی تھی۔ آج کے دور میں ایسی چیزیں قیمتی مال و دولت اور سرمایہ تصور کی جاتی ہیں، مارکیٹ میں ان چیزوں کی خرید وفروخت اور ان کے ذریعے معاملات کا عام رواج ہے۔

انہیں میں سے ایک چیز حقوق مجردہ/حقوق معنویہ (یعنی حق ایجاد، تصنیف، ٹریڈمارک، تجارتی لائسنسز کی خرید وفروخت وغیرہ) بھی ہے، نیز حقوق مجردہ کی خرید وفروخت سے حاصل شدہ سرمایہ پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو اس کی نوعیت کیا ہوگی۔ چونکہ ان چیزوں کی خرید وفروخت کے جواز وعدم جواز کا حکم ان کے مال ہونے یا نہ ہونے پر موقوف ہے لہٰذا ابتدائی طور پر مال کی تعریف ذکر کرنا ضروری ہے۔

مال کا لغوی معنی:

مجدالدین فیروز آبادی نے مال کا لغوی معنی یوں بیان کیا ہے:

المالُ: ما مَلَكْتَه من كلِّ شيءٍ ج: أمْوالٌ۔[1]

'' ہر وہ چیز جس کے تم مالک بن جاؤ وہ مال ہے۔اس کی جمع "اموال" ہے۔''

مال کی اصطلاحی تعریف:

ابن ہمام نے مال کی تعریف یوں کی ہے:

"المال عين يمكن إحرازها وإمساكها۔"[2]

''مال ایک ایسی ذات ہے جس کو جمع اور محفوظ کیا جاسکتا ہو۔''

---

[1] ۔فیروز آبادی، مجد الدین، محمد بن یعقوب(2005ء/ 1426ھ)، القاموس المحیط، بیروت، مؤسسة الرسالة، ص:1059

Fīrūzābādī, Majd al-Dīn Muḥammad b. Yaʿqūb (2005/1426 AH), *al-Qāmūs al-Muḥīṭ* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah), p. 1059.

[2] ۔ابن الهمام، محمد بن عبد الواحد(1970ء/1370ھ)، فتح القدير، مصر، مطبعة المصطفى البابى، ج:6، ص:428

Ibn al-Humām, Muḥammad b. ʿAbd al-Wāḥid (1970/1370 AH), *Fatḥ al-Qadīr* (Miṣr: Maṭbaʿat al-Muṣṭafā al-Bābī), vol. 6, p. 428.

احناف کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں مال کا عین ہونا ضروری ہے، منافع ان کے یہاں مال کے تحت داخل نہیں ہیں۔ البتہ بعض حضرات حنفیہ کی کتابوں سے اشارۃ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مال کے لئے "عین" کو ضروری نہیں مانتے۔ ائمہ احناف کی تصریحات کے مطابق کسی چیز کو مال قرار دینے میں عرف اور لوگوں کے تعامل کا دخل ہے، کیونکہ بعض ایسی اشیاء ہیں جو قدیم ائمہ احناف کے نزدیک تو ان کی خرید و فروخت شرعی طور پر درست نہیں تھی لیکن بعد میں لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اس پر ائمہ احناف نے مال کا حکم لگایا اور ان کی خرید و فروخت کی اجازت دی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی خرید و فروخت کرنا، امام اعظم اور امام ابو یوسف نے اس پر بیع فاسد کا حکم لگایا ہے جبکہ امام محمد کے نزدیک اس کی بیع صحیح ہے، اور اسی قول پر بعد کے ائمہ نے فتویٰ دیا ہے۔

اسی تناظر میں اگر دیکھا جائے تو آج کے دور میں کچھ ایسی اشیاء کا وجود ہے جنہیں قیمتی مال سمجھا جاتا ہے حالانکہ ماضی میں انہیں کبھی مال اور ایک قیمتی چیز کے طور پر متصور نہیں کیا گیا، انہی میں سے حقوق مجردہ بھی ہیں جنہیں ماضی میں کبھی مال شمار نہیں کیا گیا، لیکن مرور زمان کے ساتھ حقوق مجردہ کو ایک قیمتی مال تصور کیا جاتا ہے۔ اب ان کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ کتب حنفیہ کے بعض مسائل پر قیاس کرتے ہوئے کیا انہیں شرعی طور پر بھی مال قرار دیا جائے گا؟ اور اگر ان کی مالیت ثابت ہے تو ان سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہوگا؟ ذیل میں اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

حقوق مجردہ کی خرید و فروخت کا شرعی حکم جاننے سے پہلے ضروری ہے کہ حق کا معنی اور مقصد واضح کیا جائے، نیز حق کی اقسام بھی بیان کی جائیں۔

حق کا لغوی معنی:

لغوی اعتبار سے حق کے کئی معانی ہیں۔ جیسے قرآن، باطل کی ضد، امر مقضی، انصاف مال، ملکیت، موجود، اور موت وغیرہ۔ چنانچہ مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں:

الحَقُّ: من أسماء اللهِ تعالى، أو من صِفاتِهِ، والقُرْآنُ، وضِدُّ الباطِلِ، والأمر المَقْضِيُّ، (والعَدْلُ، والإِسْلامُ، والمالُ، والمِلْكُ، والمَوجود الثابِتُ، والصِدْقُ)، والموتُ، والحَزْمُ، وواحدُ الحُقوقِ۔[3]

[3] ۔فیروز آبادی، مجد الدین، محمد بن یعقوب (1326ھ/2005ء)، القاموس المحیط، ص:874
Fīrūzābādī, Majd al-Dīn Muḥammad b. Yaʿqūb (1326 AH/2005 CE), *al-Qāmūs al-Muḥīṭ*, p. 874.

'' حق اللہ عزوجل کے ناموں میں سے ہے یا صفات میں سے، اور قرآن، باطل کی ضد، ایسا امر جس کا فیصلہ ہو چکا ہو، عدل وانصاف، دین اسلام، مال، ملک، موجود وثابت شدہ چیز، سچ، موت اور پریشانی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ "حقوق" کا واحد ہے۔''

حق کا اصطلاحی معنی:

متقدمین فقہاء واصولیین سے مستقل حق کی کوئی شرعی تعریف منقول نہیں البتہ بعد کے علماء نے حق کی مختلف اصطلاحی تعریفات بیان کی ہیں۔ ذیل میں صرف ایک تعریف پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

الدرینی نے حق کی تعریف اس طرح کی ہے:

الحق اختصاص يقر به الشرع سلطة علىٰ شئ او اقتضاء اداء من آخر تحقيقاً لمصلحة معينة۔[4]

''حق ایک ایسا دائرہ اختیار ہے جسے شریعت نے کسی چیز پر اختیار کے طور پر تسلیم کیا ہو یا کسی خاص مصلحت کے حصول کے لئے دوسرے سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کیا ہو۔''

حقوقِ معنویہ/حقوق مجردہ کی تعریف:

زاہر فواد نے حقوق معنویہ/حقوق مجردہ کی تعریف یوں کی ہے:

هو حق للشخص على شئ غير مادى ويكون لصاحبه حق الاستغلال والتصرف فيه۔[5]

''حق معنوی کسی شخص کا وہ حق ہے جس کا تعلق مادی چیز سے نہ ہو اور صاحب حق اس سے نفع اٹھانے اور اس میں تصرف کرنے میں خود مختار ہو۔''

---

[4] ۔الدرینی، فتحی، الدکتور(1404ھ/1984ء)، الحق و مدى سلطان الدولة فى تقييده، بيروت، مؤسسة الرسالة، ص:193

al-Darīnī, Fatḥī (1984/1404 AH), *al-Ḥaqq wa Madā Sulṭān al-Dawlah fī Taqyīdihi* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah), p. 193.

[5] ۔السباع، زاہر فؤاد(س ن)، الحقوق المعنوية ماليتها ووجوب الزكوٰة فيها، اسكندرية، كلية دراسات الاسلامية، ص: 214

al-Sibāʿ, Zāhir Fuʾād (n.d.), *al-Ḥuqūq al-Maʿnawiyyah Māliyatuhā wa Wujūb al-Zakāh fīhā* (Iskandariyyah: Kulliyyat al-Dirāsāt al-Islāmiyyah), pp. 214–215.

یعنی حق معنوی ایک وسیع اصطلاح ہے جو ان تمام حقوق کو شامل ہے جن کا تعلق نہ تو مال عینی سے ہے اور نہ ہی ان کے منافع سے تعلق ہے۔تاہم یہاں مقصود خاص قسم کے حقوق مراد ہیں جن کی عرف میں قیمت ہوتی ہے، جو کسی شخص کے ذہن اور محنت کا نتیجہ ہو۔اس کے تحت درج ذیل حقوق شامل ہیں:

1۔حق ایجاد اور اس کی خرید و فروخت کا حکم   2۔حق تصنیف و تالیف اور اس کا حکم

3۔ٹریڈمارک (تجارتی نشان) اور گڈول کی خرید و فروخت کا حکم   4۔لائسنس کی خرید و فروخت کا حکم

حق ایجاد و حق تصنیف کی خرید و فروخت کا حکم:

حقِ ایجاد:

کوئی شخص کوئی نئی چیز یا کسی چیز کی نئی شکل ایجاد کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں ایجاد کرنے والے کو جو حق حاصل ہوتا ہے یہ حق ایجاد ہے۔وہی شخص اس ایجاد کردہ چیز کو بنانے اور اسے مارکیٹ میں پیش کرنے کا حق رکھتا ہے۔

حسین بن معلوی الشہرانی نے حق ایجاد کی تاریخ ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"سب سے پہلے اٹلی نے حق ایجاد کے لئے 1472ء میں قانون پاس کیا، حق ایجاد کا یہ قانون 1663ء کو برطانیہ میں بھی جاری ہوا، جبکہ فرانس نے جنوری 1791ء میں حق ایجاد کا قانون مقرر کیا، یہی قانون امریکا میں 1787ء میں جاری کیا گیا، جرمنی نے قوانین حق ایجاد کا اجراء 1815ء میں کیا تھا۔اسلامی سلطنتوں میں یہ قانون سب سے پہلے قانون حق ایجاد سلطنت عالیہ عثمانیہ نے مارچ 1879ء میں جاری کیا۔"[6]

حقِ تصنیف و تالیف:

یعنی اگر کوئی مصنف یا مؤلف کتاب تصنیف و تالیف کرتا ہے تو اسے اپنی اس کاوش سے متعلق دو قسم حقوق حاصل ہوتے ہیں۔حقوق ادبی، حقوق مالی۔

---

[6] ۔الشہرانی، حسین بن معلوی(1425ھ)، حقوق الاختراع والتالیف فی الفقہ الاسلامی، ریاض، دارطیبة للنشر والتوزیع، ص:334

al-Shahrawnī, Ḥusayn b. Maʿlawī (1425 AH), *Ḥuqūq al-Ikhtirāʿ wa al-Taʾlīf fī al-Fiqh al-Islāmī*, p. 334.

حقوق ادبی سے مراد یہ کہ تصنیف اسی کی طرف منسوب ہو گی کسی اور کا نام اس پر نہیں استعمال کیا جاسکتا، کتاب کی اشاعت کب ہونی ہے، معیار طباعت کیا ہے، کتاب میں دوبارہ اشاعت کی صورت میں اضافہ کرنا یہ سارے اختیارات صرف تصنیف وتالیف کرنے والے کے پاس ہیں۔

جبکہ مالی حق یہ ہے کہ کتاب کی اشاعت، تقسیم اور فروخت کی صورت میں جتنے بھی منافع حاصل ہوں گے وہ مؤلف و مصنف کا حق ہیں۔

حقِ تالیف کے قانون کی تاریخ حسین الشہرانی کے مطابق یوں ہے:

"حقِ تصنیف کے حقوق کے قوانین سب سے پہلے یورپ میں پندرھویں صدی عیسوی میں پریس کی ایجاد کے وقت جاری ہوئے، برطانیہ کے مجلس عمومی سے حق تالیف کا قانون 1709ء میں جبکہ، ملکہ برطانیہ کی مہر کے ساتھ 1910ء میں جاری ہوا، فرانس میں انقلاب فرانس کے دوران منظور ہونے والے قوانین جو 1791ء اور 1793ء میں جاری ہوئے ان میں حق تالیف کے قوانین بھی تھے، امریکہ میں یہ قوانین 1789ء منظور ہوئے۔ جبکہ اسلامی دنیا میں سب سے پہلے حق تالیف کی حمایت ریاست عثمانی نے 1910ء میں کی۔" [7]

اکثر موجدین ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ایجاد کردہ چیزوں کے حقوق کو فروخت کرتے ہیں، اور تجار کے یہاں ان کی خرید وفروخت بھی عام ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مؤجدین کا یہ حق کو فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ عین نہ ہونے کی وجہ سے یہ مال بھی نہیں ہے،، نیز یہ کسی عین کا متعلق بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے اس کو تبعاً مال قرار دیا جاسکے۔ یونہی اکثر مصنفین اپنے حقوق مالیہ فروخت کرتے ہیں تو کیا ان کا یہ فعل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

اس حوالے سے علماء کرام کی آراء مختلف ہیں، بعض علماء کے نزدیک ان کی بیع جائز ہے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ان کی بیع جائز نہیں ہے۔

بیع الحقوق کے مانعین کی آراء:

محمد طیب الرحمٰن نے لکھا ہے:

---

[7] ۔الشہرانی، حسین بن معلوی(1425ھ)، حقوق الاختراع والتالیف فی الفقه الاسلامی، ریاض، دارطیبة للنشر والتوزیع، ص:334

al-Shahrawnī, Ḥusayn b. Maʿlawī (1425 AH), *Ḥuqūq al-Ikhtirāʿ wa al-Taʾlīf fī al-Fiqh al-Islāmī*, p. 334.

''علوم اور فنون، صنعت وحرفت کا سمندر انسان کی دماغی اور فکری قابلیت اور صلاحیت کے سامنے موجود ہے اس میں غوطہ لگا کر تحقیقی تصنیفات کرنا، انکشافات اور فارمولے ایجاد کرنا، مختلف کیفیت کی صنعتوں اور حرفتوں کا ایجاد کرنا وغیرہ کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔ اب اگر کوئی شخص اپنی دماغی اور ذہنی صلاحیتوں کو کام میں لگا کر رات دن محنت کرتے ہوئے کوئی تحقیقی تصنیف کرے، یا صنعتی، حرفتی یا سائنسی ایجاد کرتے ہوئے اس کو قابل قیمت بنادے تو اس نے علوم، فنون، صنعت یا حرفت کے سمندر سے ایک حصہ کو علیحدہ کرتے ہوئے مقید اور متعین کرلیا تو اس کے منافع کی ملکیت اسی کی ہوگی۔ موجد، مصنف یا فنکار کی اجازت صریحی یا ضمنی کے علاوہ ان تصنیفات یا ایجادات کو ذریعہ تجارت بنا کر کسی کو نفع حاصل کرنے کا حق نہ رہے گا۔ سرکاری قانون کے ذریعہ سے اس کو محفوظ کرایا جائے نہ کرایا جائے۔ موجد، مصنف یا فنکار کو چونکہ حق اصالۃً ثابت ہے اس لئے اس کا معاوضہ بطریق صلح یا تنازل جائز ہوگا۔ یہ حق سرکاری قانون کے ذریعہ سے رجسٹری کرایا جائے یا نہ کرایا جائے، دونوں حالت میں چونکہ مادی اور اعیان کے قبیل سے نہیں ہے اس لئے بطریق بیع عوض لینے میں گنجائش نہیں ہے۔''[8]

معاذ الاسلام سنبھلی رقمطراز ہیں:

''حق تصنیف وایجاد کوئی ایسی چیز نہیں جس کو شریعت مانتی ہو، اسی طرح عرف عام کی بنیاد پر بھی اس کو حق نہیں کہا جاسکتا۔ مصنفین موجدین کی تعداد بہت محدود اور کم ہے، پھر حکومتوں کے ضابطوں کی بنیاد پر حکومت کی طرف سے یہ حق پیدا کیا گیا ہے کہ کوئی اپنی تصنیف وایجاد کو رجسٹرڈ کرالے تو پھر کوئی دوسرا تصنیف کو شائع اور اس ایجاد کو بنا نہیں سکتا۔ اگر مصنف وموجد تصنیف وایجاد کو رجسٹرڈ نہ کرائے تو پھر کوئی بھی اس کو ایسا حق نہیں مانتا کہ دوسرا اس کی نقل نہ کرسکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شرعاً کسی کو مباح تصرف سے روکنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ اس کا یہ تصرف کسی غیر کی ملک میں بلا اس کی اجازت کے ہو، دوسرے یہ کہ اس تصرف سے کسی شخص یا جماعت کا ضرر ہوتا ہے، یہاں یہ دونوں وجہ مفقود ہیں۔ حق تصنیف وایجاد نہ

[8] ۔طیب الرحمٰن، محمد (2017ء)، مسئلہ بیع حقوق، جدید فقہی مباحث، کراچی، دار الاشاعت، ج:9، ص:564.
Ṭayyib al-Raḥmān, Muḥammad (2017 CE), *Masʾalat Bayʿ al-Ḥuqūq* (*Jadīd Fiqhī Mabāḥith*), vol. 9, p. 564.

کوئی مال ہیں اور نہ ان میں ملکیت می صلاحیت ہے،اس لئے کہ وہ کوئی عین یا عین سے متعلق کوئی چیز نہیں ہے ، تو جس کا آدمی خود مالک نہیں ہے وہ دوسرے کو اس سے روکنے یا اس کی بیع کا حقدار نہیں ہو سکتا۔"[9]

محمد افضل حسین بستوی کا مؤقف یوں ہے:

"حق ایجاد اور حق طباعت کی نہ تو بیع جائز ہے اور نہ بطریق تنازل معاوضہ لینا جائز ہے۔ کیونکہ ایجاد کردہ شے کا مثل تیار کرنے کا ہر شخص کو حق ہے ، اسی طرح کتاب کا مثل تیار کرنے کا ہر شخص کو حق ہے، حق اسبقیت اسی شے پر ثابت ہے اس کے مثل پر نہیں، مثل تیار کرنے کے حق میں سب برابر ہیں۔"[10]

مجوزین کی آراء:

محمد تقی عثمانی نے حق ایجاد کے بارے میں اپنا مؤقف یوں بیان کیا ہے:

" جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ حق ایجاد ایک ایسا حق ہے جسے اسلامی شریعت اس بنیاد پر تسلیم کرتی ہے کہ اس شخص نے اس چیز کی ایجاد کرنے میں سبقت کی ہے تو حق ایجاد پر وہی سارے احکام منطبق ہوں گے جو ہم نے حق اسبقیت کے بارے میں ذکر کئے ہیں وہاں ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ بعض شافعیہ اور حنابلہ نے اس حق کی بیع کو جائز کہا ہے لیکن ان حضرات کے یہاں بھی یہی راجح ہے کہ حق اسبقیت کی بیع جائز نہیں ہے لیکن مال کے بدلے میں اس حق سے دستبردار ہونا جائز ہے۔۔۔ لیکن یہ حکم اصل حق ایجاد اور حق اشاعت کے سلسلہ میں ہے لیکن اگر اس حق کا حکومتی رجسٹریشن بھی کرالیا گیا ہو جس کے لئے موجد اور مصنف کو محنت کرنی پڑتی ہے مال اور وقت خرچ کرنا پڑتا ہے۔اور جس کی وجہ سے یہ حق ایک قانونی حق ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں حکومت کی طرف سے ایک سرٹیفکیٹ جاری کر دیا جاتا ہے اور تاجروں کے

---

[9] ۔ سنبھلی، معاذالاسلام(2017ء)، حقوق کی بیع، جدید فقہی مباحث، کراچی، دارالاشاعت، ج:9، ص:562
Sanbhalī, Muʿādh al-Islām(2017 CE),Ḥuqūq kī Bayʿ (Jadīd Fiqhī Mabāḥith), vol. 9, p. 562

[10] ۔ بستوی، افضل حسین، محمد(2017)، بیع حقوق، جدید فقہی مباحث، کراچی، دارالاشاعت، ج:9، ص:600
Bastawī, Afḍal Ḥusayn Muḥammad (2017 CE), Bayʿ al-Ḥuqūq (Jadīd Fiqhī Mabāḥith), vol. 9, p. 600.

عرف میں اسے قیمتی مال شمار کیا جاتا ہے تو یہ بات بعید نہیں ہوگی کہ اس رجسٹرڈ حق کو عرف کی بنیاد پر اعیان واموال کے حکم میں کر دیا جائے اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ بعض اشیاء کو اموال واعیان کے حکم میں داخل کرنے میں عرف کا بڑا دخل ہے اس لئے کہ مالیت لوگوں کے مال بنانے سے ثابت ہوتی ہے اور رجسٹریشن کے بعد اعیان کی طرح اس حق احراز کا بھی ہوتا ہے اور وقت ضرورت کے لئے اس کا ذخیرہ بھی کیا جاتا ہے تو اس عرف کا اعتبار کرنے میں کتاب وسنت کے کسی نص کی ممانعت نہیں ہے بہت سے بہت قیاس کی مخالفت ہے اور قیاس کو عرف کی وجہ سے ترک کر دیا جاتا ہے۔" [11]

عبد الواجد قادری سے ایک شخص سے متعلق پوچھا گیا جس نے ایک نایاب دوائی بنائی ہے اور کمپنیاں اسے رقم دے کر اس کی رجسٹریشن خریدنا چاہتی ہیں، تو آپ نے جواب میں فرمایا:

"رجسٹریشن ہونے کے بعد اس دوا کا منافع اس کے موجد کے لئے محفوظ ہو گیا اور منافع کی خرید وفروخت شرعاً جائز ومباح ہے، اگرچہ منافع عین مال تو نہیں لیکن مال سے ضرور متعلق ہے کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے تو حکماً مال ہے جس طرح مال کی بیع وشراء جائز ہے، منافع کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔۔۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب کسی چیز کی رجسٹریشن کرانا مباح اور قابل انتفاع ہو تو وہ شرعاً مال کے حکم میں ہے اسے بیچ کر فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور خریدنے والے اسے خرید بھی سکتے ہیں۔" [12]

رفیق المنان قاسمی لکھتے ہیں:

"بہر حال حق تصنیف وحق ایجاد آج عرف عام میں مال متقوم کا درجہ حاصل کر چکے ہیں اور اب یہ حقوق قابل احراز بھی ہیں اور قابل استفادہ واستبدال بھی، اس لئے شرعاً بھی اسے مال متقوم قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کا معاوضہ درست قرار دیا جا سکتا ہے، چاہے یہ معاوضہ بطریق اجارہ رائلٹی کی صورت میں ہو یا بطریق بیع ناشر کے حق میں طبع ونشر کے جملہ حقوق سے دستبرداری کی شکل میں ہو اور جب حق تصنیف قابل بیع ہے تو اس کا ہبہ، اجارہ اور اعارہ بھی صحیح ہوگا اور

---

[11] ۔ عثمانی، محمد تقی (2011ء)، فقہی مقالات، کراچی، مکتبہ دار العلوم، ج:1، ص:225-26
ʿUthmānī, Muḥammad Taqī (2011 CE), Fiqhī Maqālāt*, vol. 1, pp. 222, 225–226

[12] قادری، عبد الواجد (2006ء)، فتاویٰ یورپ، لاہور، شبیر برادرز، ص:440
Qādrī, ʿAbd al-Wājid (2006 CE), *Fatāwāʾ Yūrab* (Lahore: Shabbīr Brothers), pp. 440, 443–444.

اس میں وراثت بھی جاری ہوگی۔ہاں جو کتابیں پرانی ہوں یا جن کے مصنفین نے انہیں وقف عام کردیا ہو ایسی کتابیں مباحات عامہ کے قبیل سے شمار ہوں گی،اور ہر شخص ان کی طباعت واشاعت اور ان کے منافع سے مستفید ہو سکتا ہے۔ "[13]

تجارتی نشان (ٹریڈ مارک) کی خرید وفروخت کا حکم:

تجارتی نشان سے مراد کسی کارخانہ یا کسی کمپنی، دکان کا وہ نام یا نشان (لوگو) جو اس کمپنی، کارخانہ یا دکان کو دیگر کمپنیوں سے ممتاز کرے۔ یہ نام اور نشان استعمال کرنا اس کمپنی کے مالک کا قانونی حق ہے جسے کوئی اور استعمال نہیں کر سکتا۔ مثلاً ایک موبائل کمپنی، آئی فون (I Phone) کے نام سے ہے اب کسی دوسری کمپنی کے پاس یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس نام کو استعمال کرلے۔

تجارتی نشان کا یہ حق کب جاری کیا گیا اور اس قانون کا نفاذ کرنے والا سب سے پہلے ملک کون سا ہے، اس سے متعلق ڈاکٹر عثمان شبیر کی رائے یہ ہے کہ ٹریڈ مارک کے لئے یہ قانون سب سے پہلے انقلابِ فرانس کے دوران، پیریس ایپلٹ کورٹ نے جاری کیا، جس کے مطابق اگر کوئی شخص اپنی دکان فروخت کرتا ہے تو اس فروخت میں اس دکان کی عمارت وغیرہ کے ساتھ ساتھ اس کی معنوی ملکیت بھی شامل ہوگی۔[14]

اب بعض کمپنیاں ایسی ہوتی ہے کہ ان کا پراڈکٹس تیار کرنے میں ایک خاص مقام ہوتا ہے، یہ کمپنی اعلیٰ اور بہترین مال تیار کرتی ہیں اسی بناء پر ان کا مال بھی زیادہ فروخت ہوتا ہے، جس پراڈکٹ پر اس کمپنی کا نام ہو مارکیٹ میں لوگ اسی کی طرف میلان کرتے ہیں اور اسی سے وہ چیزیں خریدتے ہیں۔ جس کی وجہ سے تجار میں اس ٹریڈ مارک کی اہمیت بڑھ گئی اور نتیجۃً کسی مشہور کمپنی کے نام پر بعض لوگ اپنی پراڈکٹ تیار کرتے جو کہ اس کمپنی کے معیار کے برابر نہیں ہوتے اور اسے مارکیٹ میں فروخت کرتے تھے۔

اس صورت حال کو دیکھ کر گورنمنٹ نے ٹریڈ مارک کی رجسٹریشن شروع کی جس کی رُو سے کوئی بھی شخص کسی کمپنی کا نام استعمال کرنے کا مجاز نہیں اور نہ ہی اسی نام سے کوئی دوسرا شخص کمپنی کھول سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص

---

[13] ۔ قاسمی، رفیق المنان (2017ء)، بیع حقوق کا مسئلہ، جدید فقہی مباحث، ج:9، ص:576

Qāsmī, Rafīq al-Manān (2017 CE),Masʾalat Bayʿ al-Ḥuqūq (*Jadīd Fiqhī Mabāḥith*), vol. 9, p. 576.

[14] ۔ عثمان شبیر (1427ھ/2008ء)، المعاملات المالیہ المعاصرہ، عمان، دار النفائس، ص:51

ʿUthmān Shabīr (2008/1427 AH), *al-Muʿāmalāt al-Māliyah al-Muʿāṣirah* (ʿAmmān: Dār al-Nafāʾis), p. 51.

استعمال کرتا ہے تو وہ مجرم ہو گا۔اس طرح تجارتی نام اور ٹریڈمارک تجار کے مابین ایک ذات القیمہ چیز بن گئی اور اس کی خرید وفروخت ہونے لگی۔اب سوال یہ ہے کیا اس تجارتی نشان کو فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟اس میں بھی علماء کرام کی آراء مختلف ہیں، بعض جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض علماء عدم جواز کے قائل ہیں۔ذیل میں علماء کی ان آراء کو ذکر کیا جائے گا۔

ٹریڈمارک کی بیع کے عدم جواز کے قائلین:

انور علی اعظمی نے لکھا ہے:

''فرم اور ٹریڈمارک اولاً تو مال نہیں صرف ایک حق ہے،اس لئے بھی ان کی بیع میں رکاوٹ ہے۔دوسرے یہ کہ ان کی بیع میں دھوکہ اور خیانت کا دروازہ کھولنا ہے۔بہت ساری کمپنیاں اپنی مصنوعات کے لئے مشہور اور معتمد ہیں۔اگر ان کا نام اور ٹریڈمارک بکنے لگے تو دوسرے بہت سے جعل ساز لوگ غلط مال تیار کرا کر دھوکہ اور جعل سازی کا بازار گرم کریں گے۔عوام الناس اونچے مال کا پیسہ دیں گے اور معمولی سامان حاصل کریں گے۔علماء کی طرف سے جواز کا فتویٰ ملنا تجارت میں خیانت اور دھوکہ کے عموم کا سبب ہو گا،البتہ بعض صورتوں میں فرم اور ٹریڈمارک کا بدل نزول عن الحق کے طور پر لینا درست ہو گا۔مثلاً دو شریکوں میں سے ایک مشترکہ کاروبار سے الگ ہونا چاہتا ہے۔فرم اور ٹریڈمارک کافی مشہور ہو چکے ہیں،اسی فرم کے نام سے کاروبار کرنے والا آدمی اب تک کی ساری گڈول سے فائدہ اٹھائے گا۔ایسی صورت میں دوسرا شریک اپنی دستبرداری کی وجہ سے اس کا کچھ معاوضہ لے کر اپنے حق سے الگ ہو سکتا ہے۔'' [15]

محمد افضل حسین نے ٹریڈمارک کے حوالے سے اپنا مؤقف یوں اپنایا ہے:

''ٹریڈمارک اور تجارتی نام کی بیع جائز نہیں،نہ رجسٹری کرانے سے پہلے اور نہ اس کے بعد،کیونکہ یہ نہ تو عین ہے اور نہ حق متعلق بالعین ہے،اور جواز بیع کے لئے عین ہونا یا کم از کم حق متعلق بالعین ہونا ضروری ہے، رجسٹری کرانے اور اس پر اچھا خاصا مال صرف کرنے سے یہ مال کے حکم میں نہیں ہو جائے گا۔اس کا بجلی پر قیاس کرنا

---

[15] ۔اعظمی،انور علی(2017ء)،حقوق کی خرید وفروخت،جدید فقہی مباحث، کراچی، دارالاشاعت،ج:9،ص:609
ʿAẓmī, Anwar ʿAlī (2017 CE), *Ḥuqūq kī Kharīd-o-Furūkht* (*Jadīd Fiqhī Mabāḥith*), vol. 9, p. 609.

بھی صحیح نہیں کیونکہ بجلی اعیان میں سے ہے اور ٹریڈ مارک اور تجارتی نام اعیان میں سے نہیں ہے پس لوگوں کے تمول کی بناپر بجلی کو مال کہا جائے گا اور ٹریڈ مارک اور تجارتی ناموں کو مال نہیں کہا جا سکتا۔" [16]

دارالافتاء جامعہ بنوریہ کراچی میں ٹریڈ مارک کی بیع سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس سے متعلق شرعی حکم یوں لکھا ہے:

"واضح رہے کہ آج کل کی اصطلاح میں کاروبار دکان،اور کمپنی وغیرہ کے نام یا ٹریڈ مارک "گڈول" میں شامل ہے شرعاً یہ مال نہیں ہے، شریعت کی رو سے اس کی کوئی الگ قیمت نہیں ہے اگرچہ دنیوی قانون میں اس کو مالی حیثیت حاصل ہے اور اس پر رجسٹریشن فیس بھی وصول کی جاتی ہے، لیکن شریعت کی رو سے یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لیے مستقل طور پر گڈول/ٹریڈ مارک فروخت کر کے معاوضہ لینا جائز نہیں ہے، البتہ دکان، یا ادارے کے تابع بنا کر دکان یا ادارے کی قیمت زیادہ مقرر کرنا صحیح ہے۔" [17]

مجوزین کی آراء:

جن علماء نے ٹریڈ مارک کی بیع کی اجازت دی ہے ان کی آراء درج ذیل ہیں:

عبدالواجد قادری نے اس حوالے سے لکھا ہے:

> "اپنی دوکان یا فارم، یا تنظیم کا کوئی نہ کوئی نام رکھ لینے کا حق ہر آدمی کو حاصل ہے لیکن اگر کوئی نام کسی نے رکھ لیا اور اسی نام کے ساتھ اس کا مفاد وابستہ ہو گیا۔ تو اب دوسرے شخص کو یہ حق نہ رہا کہ اسی کا نام استعمال کرے، خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ وہ نام رجسٹریشن بھی ہو چکا ہو کیونکہ اس میں عوام کو دھوکہ دینے اور ایک بھائی کے تجارتی مفاد کو غضب کرنے کے علاوہ آئینی جرم کا ارتکاب بھی ہے۔ ہاں اسے اپنے معاشی مفاد (گڈوِل کو بیچنے یا کسی خاص قیمت کے عوض جو کچھ بھی معاوضہ وہ حاصل کرے گا وہ اس کے لئے جائز و مباح ہے کہ وہ اپنے تجارتی مفاد کو فروخت کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کمپنی کے مالک یا دوکاندار نے اپنے کاروباری مفاد

---

[16] ۔افضل حسین، محمد(2017ء)، بیع حقوق، جدید فقہی مباحث، کراچی، دارالاشاعت، ج:9، ص:599

[17] ۔ٹریڈ مارک کی خرید وفروخت کا حکم، دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوی ٹاؤن کراچی، فتوی نمبر:144405101658، 10 مارچ 2025ء، https://www.banuri.edu.pk/readquestion/trade-mark-ki-khared-o-farokht-ka-hukam-144405101658/20-12-2022

کے پیش نظر کوئی مخصوص نشان ٹریڈ مارک مقرر کر رکھا ہو اور بعد میں اس نشان کو بیچنا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ جتنی رقم چاہے بیچ سکتا ہے کیونکہ یہ نشان اس کے تجارتی مفاد سے متعلق ہے۔اور اب وہ صرف نشان نہیں بلکہ تجارت مفاد و منافع کو بیچ رہا ہے۔" [18]

محمد تقی عثمانی نے ٹریڈ مارک کی بیع کے جواز کا قول کیا ہے:

"احقر کا خیال یہ ہے کہ تجارتی نام کا حق اور ٹریڈ مارک کا حق اگرچہ اصل میں حق مجرد ہے جو کسی مادی محسوس چیز میں ثابت نہیں ہے لیکن حکومتی رجسٹریشن جس کے لئے بڑی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے اور بے تحاشا مال خرچ کرنا پڑتا ہے اور جس کے بعد اس نام پر ٹریڈ مارک کی قانونی حیثیت ہو جاتی ہے جس کا اظہار اس تحریری سرٹیفکیٹ کے ذریعے ہوتا ہے جو رجسٹریشن کرانے والے کو حکومت کے کاغذات میں اندراج کے بعد حاصل ہوتا ہے ان تمام مراحل کے بعد تجارتی نام اور ٹریڈ مارک کا حق اس حق کے مثل ہو گیا جو کسی مادی چیز میں مستقر ہو اور تاجروں کی عرف میں یہ حق اعیان (مادی اشیاء) کے حکم میں ہو گیا لہذا بیع کے ذریعہ اس کا عوض لینا جائز ہونا چاہیے۔"

تقی عثمانی نے اس کی بیع کے جواز لئے دو شرائط کا بھی ذکر کیا ہے:

"1۔وہ تجارتی نام یا ٹریڈ مارک حکومت کے یہاں قانونی طور پر رجسٹرڈ ہو کیونکہ اس کو مال شمار کرنے کی وجہ حکومتی رجسٹریشن ہے۔2۔ خریدار خریدنے کے بعد اعلان کر دے کہ اب اس سامان کو تیار کرنے والا وہ ادارہ نہیں جو پہلے تیار کیا کرتا تھا تاکہ لوگ پر دھوکے اور التباس میں نہ پڑ جائے۔" [19]

ذوالفقار علی رقمطراز ہیں:

---

[18] ۔قادری، عبدالواحد(2006ء)، فتاویٰ یورپ، ص:443-44

Qādrī, ʿAbd al-Wājid (2006 CE), *Fatāwā* Yūrab* (Lahore: Shabbīr Brothers), pp. 440, 443–444.

[19] ۔عثمانی، محمد تقی(2011ء)، فقہی مقالات، ج:1، ص:222

ʿUthmānī, Muḥammad Taqī (2011 CE), *Fiqhī Maqālāt*, vol. 1, pp. 222, 225–226.

"ٹریڈ مارک اور تجارتی نام رجسٹرڈ کروانے میں محنت کے علاوہ اچھا خاصا سرمایہ بھی خرچ کیا جاتا ہے اس لئے ان کو فروخت کرنا جائز ہے۔" [20]

علاوہ ازیں خالد سیف اللہ رحمانی، اختر امام عادل قاسمی ودیگر کی بھی یہی رائے ہے۔

تجارتی لائسنس کی خرید وفروخت کا حکم:

اکثر ممالک میں گورنمنٹ اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ بیرون ممالک کے لوگ ان میں بغیر لائسنس کے تجارت کریں، اسی مقصد کے لئے حکومت کی طرف سے لائسنس جاری ہوتا ہے جو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اس کے حامل کو بیرون ملک برآمد ودرآمد کرنے کی اجازت ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ بعض لوگ لائسنس تو حاصل کر لیتے ہیں، تاہم وہ تجارت سے وابستہ نہ ہونے کی وجہ سے اکثر اس لائسنس کو فروخت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی مادی اشیاء میں سے نہیں جس کی وجہ سے اسے مال قرار دیا جائے، تو سوال یہ ہے کہ کیا ان کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟ علماء نے اس کو بھی ٹریڈ مارک پر قیاس کرتے ہوئے اس کی بیع کو مشروط طور پر جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں:

"اگر امپورٹ لائسنس اور روٹ پرمٹ کسی خاص شخص کے نام ہوتے ہیں تو انہیں دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بیع جھوٹ اور دھوکہ دہی کو مستلزم ہے اور اگر یہ کسی خاص شخص کے نام نہ ہو بلکہ ان کی حیثیت ایک ایسی دستاویز کی جو کہ جو بھی شخص اس دستاویز کا حامل ہو وہ اس کے ذریعہ بیرون ملک سے مال منگوا سکتا ہے یا س دستاویز کے ذریعہ اندرون شہر یا بیرون شہر بسیں چلا سکتا ہے تو پھر ان کی بیع جائز ہے۔ کیونکہ اس وقت ان کی حیثیت ڈاک کے ٹکٹوں کی طرح ہوگی۔" [21]

مفتی منیب الرحمٰن، محمد تقی عثمانی اور عبدالواجد قادری نے بھی اسی تفصیل کے ساتھ تجارتی لائسنس کے شرعی حکم کو بیان کیا ہے۔

---

[20] ۔ذوالفقار علی(2008ء)،دورحاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم،لاہور،ابوہریرہ اکیڈمی، ص:92
Dhū al-Fiqār ʿAlī (2008 CE), *Daur-e-Ḥāḍir ke Mālī Muʿāmalāt kā Sharʿī Ḥukm* (Lahore: Abū Hurayrah Academy), p. 92.

[21] ۔سعیدی،غلام رسول(2005ء)،شرح صحیح مسلم،لاہور،فرید بک سٹال،ج:4،ص:167
Saʿīdī, Ghulām Rasūl (2005 CE), *Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim*, vol. 4, p. 167.

بیع الحقوق کے مانعین اہل علم کے دلائل:

جن علماء نے بیع الحقوق کے عدم جواز کا قول کیا ہے ان کے دلائل اور وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ان حضرات کی پہلی دلیل یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مال میں "عین ہونا" جوہری شرط ہے، یعنی کہ اگر کوئی چیز عین یا عین سے متعلق نہیں ہے تو اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ اور حقوق نہ تو عین ہیں اور نہ عین سے ان کا تعلق ہے لہٰذا مالیت کے شرط کے معدوم ہونے کی وجہ سے حقوق کی بیع جائز نہیں ہے۔

2۔ حقوق مجردہ سے متعلق، ابن عابدین شامی نے اشباہ و نظائر کے حوالے سے نقل فرمایا ہے: "لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة کحق الشفعة۔"[22] "یعنی حقوق مجردہ کا عوض لینا جائز نہیں جس طرح حق شفعہ کی بیع جائز نہیں ہے۔"

3۔ حق تصنیف و ایجاد کی رو سے کسی دوسرے کو اس کی مثل بنانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس سے مصنف و موجد کو ضرر ہے، تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں ضرر نہیں ہے بلکہ مثل بنانے کی صورت میں زیادہ سے زیادہ مصنف کا نفع کم ہوگا اور تقلیل نفع کوئی ضرر نہیں ہے، اور اگر ضرر مان لیا جائے تو پھر مصنف و موجد کے لئے یہ حق، دفع ضرر کے طور پر ثابت ہے اور دافع ضرر حق کی بیع کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ جائز نہیں ہے۔

4۔ حق کو اگر محفوظ نہ کیا جائے تو اس صورت میں نقصان صرف مصنف، موجد یا طابع کو ہوگا جو کہ ضرر خاص ہے اور حق محفوظ کرنے کی صورت میں ضرر عام ہے، جبکہ قانون یہ ہے کہ ضرر عام کی وجہ سے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔ ابن نجیم فرماتے ہیں: "یتحمل الضرر الخاص؛ لأجل دفع ضرر العام۔"[23]

بیع الحقوق کے قائلین کے دلائل:

بیع الحقوق کے قائلین درج ذیل دلائل و وجوہات اپنے موقف کے لئے پیش کرتے ہیں:

---

[22] ۔ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز (1386ھ/1966ء)، ردالمحتار، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ج:4، ص:518

Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn b. ʿUmar b. ʿAbd al-ʿAzīz (1966/1386 AH), *Radd al-Muḥtār*, vols. 2, 4, 5, pp. 291, 501, 518, 52.

[23] ۔ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم (1419ھ/1999ء)، الأشباہ والنظائر، بیروت، دارالکتب العلمیة، ص:74

Ibn Nujaym, Zayn al-Dīn b. Ibrāhīm (1999/1419 AH), *al-Ashbāh wa al-Naẓāʾir* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), p. 74.

1۔مال کا" عین ہونا"اس کا مطلب یہ نہیں کہ مال کے لئے مادی ہونا ضروری ہے بلکہ مال کا قابل ادخار (یعنی قابل ذخیرہ اور محفوظ) ہونا ضروری ہے،اور حقوق کا تحفظ قانونی رجسٹریشن سے ہو جاتا ہے۔

2۔حقوق کا تعلق منافع سے ہے اور منافع کو علماء نے مال شمار کیا ہے۔علامہ کاسانی نے وصیت بالمال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مال کبھی عین ہوتا ہے اور کبھی منفعت ہوتا ہے: "أما الوصية بالمال فحكمها ثبوت الملك في المال الموصى به للموصى له۔ والمال قد يكون عينا، وقد يكون منفعة۔"[24]

3۔کسی چیز کی مالیت میں عرف کا بڑا دخل ہے اسی وجہ سے فقہاءِ احناف نے مال کی تعریف میں یہ شرط لگائی ہے کہ کسی چیز کی مالیت کے ثبوت کا دار ومدار لوگوں کے عرف پر ہے۔ابن نجیم نے مال کی تعریف میں یہی قید لگائی ہے: "والمالية إنما ثبت بتمول الناس كافة أو بتقوم البعض۔"[25]

حقوق نے آج کل ایک قیمتی مال کی حیثیت اختیار کرلی ہے،تاجر حضرات اسے مال سمجھتے ہیں اور اس کی خرید وفروخت ہوتی ہے،اور اسی پر لوگوں کا عرف وتعامل ہے۔لہٰذا یہ مال ہے اور اس کی بیع جائز ہے۔

حق فضا کی خرید وفروخت:

حق علو یا حق فضا سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کا مکان ہے تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس مکان کے اوپر تعمیر کرے، یا مکان کے اوپر تعمیر کرکے مکان کو تعمیر شدہ عمارت کے ساتھ فروخت کرے، نیز دو منزلہ ہونے کی صورت میں محض اوپر والی منزل کو فروخت کرے تو یہ ساری صورتیں شرعاً جائز ہے۔لیکن اگر کوئی شخص محض حق تعلی کو فروخت کرے یعنی کوئی شخص مشتری کو اپنے گھر کی چھت فروخت کردے اور مشتری اس پر عمارت بنائے تو فقہاء کرام کے یہاں اس کی بیع جائز نہیں ہے۔کیونکہ یہ مال نہیں ہے۔علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے:

> لو كان العلو لصاحب السفل فقال بعتك علو هذا السفل بكذا صح ويكون سطح السفل لصاحب السفل وللمشتري حق القرار، حتى لو انهدم العلو كان له أن يبني عليه علوا آخر مثل الأول۔[26]

---

[24] ۔کاسانی، ابوبکربن مسعود(1327ھ)، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، بیروت، دار الكتب العلمية، ج:7، ص:385

Kāsānī, Abū Bakr b. Masʿūd (1327 AH), *Badāʾiʿ al-Ṣanāʾiʿ fī Tartīb al-Sharāʾiʿ*, vol. 7, pp. 375, 385.

[25] ۔ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم(1431ھ)، البحر الرائق، بیروت، دارالکتب العلمية، ج:5، ص:277

Ibn Nujaym, Zayn al-Dīn b. Ibrāhīm (1999/1419 AH), *al-Ashbāh wa al-Naẓāʾir* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah), p. 74.

"اگر اوپر بالائی مکان نیچے والے کا ہے تو اس نے مشتری کو کہا کہ میں یہ بالائی مکان تمہیں اتنے میں فروخت کرتا ہوں تو یہ بیع صحیح ہے، اس صورت میں نچلا حصہ نیچے والے (بائع) کا ہی رہے گا اور مشتری کو حق قرار حاصل ہو گا۔ یہاں تک کہ اگر بالائی مکان گر گیا تو مشتری کے پاس اختیار ہے کہ وہ اس پر پہلے والے مکان کی طرح دوسرا مکان تعمیر کر لے۔"

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

وإذا كان السفل لرجل وعلوه لآخر فسقطا أو سقط العلو وحده فباع صاحب العلو علوه لم يجز" لأن حق التعلي ليس بمال لأن المال ما يمكن إحرازه والمال هو المحل للبيع۔[27]

"جب زیریں حصہ کسی ایک شخص کا ہو اور بالائی حصہ کسی اور کا ہو، دونوں مکان گر گئے یا صرف اوپر والا حصہ گر گیا، بالائی مکان والے نے اپنا حصہ کسی کو فروخت کیا تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ حق تعلی مال نہیں ہے کیونکہ مال اس چیز کو کہتے ہیں جو قابل ادخار اور ممکن التحفظ ہو اور مال محل بیع ہے۔"

یہ بات علامہ مرغینانی یا دیگر فقہاء نے اپنے دور میں کی ہے جبکہ اس وقت حق فضا یا حق تعلی کو مال کا نہیں سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے اس کی بیع کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے، لیکن آج کے دور میں حق فضا ایک قیمتی چیز شمار کی جاتی ہے، ہواؤں اور فضاؤں پر قبضہ کیا جاتا ہے، ممالک کے درمیان فضا کے استعمال کے معاہدے ہوتے ہیں، اور فضا کو بطور ایک مال کے شمار کیا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں اس کا کیا حکم ہو گا؟ متقدمین فقہاء میں سے کسی نے اس کے جواز کا قول نہیں کیا البتہ مشہور مالکی فقیہ اور ماتن خلیل بن اسحاق الجندی کی عبارت سے جواز کا اشارہ ملتا ہے:

وجاز بيع--- هواء فوق هواء إن وصف البناء۔[28]

---

[26] ۔ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز(1386ھ/1966ء)، ردالمحتار، ج:5، ص: 52

Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn b. ʿUmar b. ʿAbd al-ʿAzīz (1966/1386 AH), *Radd al-Muḥtār*, vols. 2, 4, 5, pp. 291, 501, 518, 52.

[27] ۔المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل(1431ھ)، الہدایۃ، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ج:3، ص:47

al-Marghīnānī, ʿAlī b. Abī Bakr b. ʿAbd al-Jalīl (1431 AH), *al-Hidāyah* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī), vol. 3, p. 47

[28] ۔الجندی، خلیل بن اسحاق(1426ھ/2005ء)، مختصر خلیل، قاہرہ، دارالحدیث، ص:144

"ہوا (فضا) کی بیع جو ہوا کے اوپر ہو جائز ہے اگر تعمیر کے وصف کی وضاحت کی جائے۔"

اس کی تشریح کرتے ہوئے مالکی فقیہ الشیخ دردیر فرماتے ہیں:

جاز بيع (هواء) بالمد أي فضاء (فوق هواء) بأن يقول شخص لصاحب أرض بعني عشرة أذرع مثلا فوق ما تبنيه بأرضك (إن وصف البناء) الأسفل والأعلى لفظا أو عادة للخروج من الجهالة والغرر ويملك الأعلى جميع الهواء الذي فوق بناء الأسفل ولكن ليس له أن يبني ما دخل عليه إلا برضا الأسفل۔[29]

"اور جائز ہے ہوا کی بیع یعنی فضا کی فضا کے اوپر اور یہ اس طرح کہ کوئی شخص زمین کے مالک کو کہہ دے کہ مجھے اپنی اس عمارت جو تم اپنی زمین میں بنا رہے ہو اس کے اوپر دس گز زمین بیچ دو (یہ جائز ہے) اگر یہ وضاحت کی جائے کہ تعمیر بالائی اور زیریں کس طرح ہو گی (وضاحت لفظاو عادتاً دونوں ہو) تاکہ عقد میں جہالت اور غرر نہ رہے، اس صورت میں بالائی حصے والا پوری فضا کا مالک ہو جائے گا جو مکان زیریں کے اوپر ہے البتہ بوقت تعمیر وہ بائع (نچلے حصے والے) کی رضا ضروری ہے۔"

معاصر اہلِ علم نے جہاں دیگر حقوق کی خرید وفروخت کی اجازت دی ہے وہیں حق فضا کی خرید وفروخت کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ ذیل میں ان کی آراء کو ذکر کیا جاتا ہے۔

جنید عالم ندوی لکھتے ہیں:

" اگر غور کیا جائے تو صاحب بدائع کے حوالہ سے مال کی جو تعریف میں نے نقل کی ہے وہ تعریف حق تعلی پر بھی صادق آتی ہے، کیونکہ اس حق سے انتفاع بھی ممکن ہے اور شرعاً جائز بھی۔ نیز اس دور میں اس کو مال سمجھ کر اس کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ اس کی بیع لوگوں کی ضرورت بن گئی ہے، اس کے عدم جواز کا فتویٰ دینا امت مسلمہ کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔ خاص طور سے بڑے بڑے شہروں میں آبادی کے لحاظ سے رقبہ تنگ ہونے کی وجہ سے ایک ایک

---

al-Jundī, Khalīl b. Isḥāq (2005/1426 AH), *Mukhtaṣar Khalīl* (Cairo: Dār al-Ḥadīth), p. 144.

[29] ۔الدردير، احمد بن محمد(1413ھ)، الشرح الكبير للشيخ الدردير وحاشية الدسوقي، بيروت، دارالفكر، ج:3، ص:14

al-Dardīr, Aḥmad b. Muḥammad (1413 AH), *al-Sharḥ al-Kabīr li-l-Shaykh al-Dardīr wa Ḥāshiyat al-Dusūqī* (Beirut: Dār al-Fikr), vol. 3, p. 14.

مکان پر کئی کئی منزلیں بنائی جاتی ہیں اور اس حق کو فروخت کیا جاتا ہے۔ اس لئے عرف اور تعامل ناس کی وجہ سے حق تعلی کی بیع میرے نزدیک جائز ہے۔ پھر یہ کہ ائمہ ثلاثہ حق تعلی کو جائز قرار دیتے ہیں اور عموم بلوی کی صورت میں ائمہ ثلاثہ کا قول اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔"[30]

محمد رفیق الحسنی لکھتے ہیں:

"لہٰذا نقشے کی تفصیل کے ساتھ فضا میں قائم ہونے والے مکانوں کی تعمیر سے پہلے خرید وفروخت اس لئے بھی جائز ہے کہ ہمارے زمانے کے عرف میں فضا بھی مال ہے اور اس کی خرید وفروخت ہو رہی ہے۔ فضاؤں میں حدود اور قیود کے ساتھ قبضے ہیں۔ یہی لوگوں کا تعامل اور عرف ہے اور زمینی حقیقت ہے۔"

نیز ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

"غور فرمائیں یہ مالکی فقیہ بارہ سو ایک ہجری (1201ھ) میں فوت ہوئے اور آج 1435 ہجری ہے۔ انہوں نے یہ قول کہ فضا کی خرید وفروخت جائز ہے کا مسئلہ دو سو تئیس سال پہلے لکھ دیا جبکہ اس کا رواج اور عرف نہیں تھا، بحری اور ہوائی جہازوں اور ائیر لائینوں کے لئے دنیا میں موجود ممالک نے سمندروں اور فضاؤں پر قبضے نہیں کئے تھے، اگر آج زندہ ہوتے اور فلک بوس پلازوں کی خرید وفروخت کے کاروبار اور ائیر لائینوں کی فضائی حدود کے استعمال کی خرید وفروخت دیکھتے تو جواز کا فتوی بطریق اولیٰ جاری فرماتے۔ بلکہ متقدمین احناف جنہوں نے فضائی حدود کی خرید وفروخت کو معدوم کی خرید وفروخت قرار دے کر عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا، وہ بھی آج جواز کا فتویٰ دیتے کیونکہ اگر سمندری اور آبی گزرگاہوں اور فضاؤں اور ہواؤں کی بیع وشراء کو متاخرین احناف کے قول کے مطابق ناجائز کہہ دیا جائے تو کیا اس پر کوئی عمل کرے

[30] ۔ندوی، جنید عالم(2017ء) حقوق کی خرید وفروخت، جدید فقہی مباحث، ج:9، ص:512
Nadwī, Junayd ʿĀlam (2017 CE), *Ḥuqūq kī Kharīd-o-Furūkht* (*Jadīd Fiqhī Mabāḥith*), vol. 9, p. 512.

گا۔اس کا حل یہی ہو سکتا ہے کہ مال کی تعریف دیگر ائمہ کے قول کے مطابق کی جائے تاکہ فضااور ہوا بھی مال میں داخل ہو جائے۔''[31]

خالد سیف اللہ رحمانی رقمطراز ہیں:

''حق مرور جس طرح زمین کی سطح سے متعلق ہے ٹھیک اسی طرح حق تعلی تعمیر شدہ مکان سے متعلق ہے، زمین کی سطح بھی ہوا سے پُر ہے اور مکان کی بالائی سطح بھی،اس لئے قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ بیع علو کی اجازت ہونی چاہیے۔'' [32]

حقوق کی خرید وفروخت سے متعلق راجح رائے:

حقوق کی خرید وفروخت سے متعلق راجح رائے یہ ہے کہ جن حقوق کی خرید وفروخت کا عرف ہے اُن کی بیع جائز ہے۔جس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاءاحناف نے کسی چیز کی مالیت کے ثبوت کے لئے لوگوں کے عرف کو معیار بنایا ہے، اسی معیار کے مطابق آج کل مذکورہ بالا حقوق مال تصور کئے جاتے ہیں۔علامہ کاسانی نے وصیت کے حکم میں مال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ '' مال کبھی عین ہے اور کبھی منفعت ہوتا ہے۔'' [33]اس وضاحت کے تناظر میں حقوق کو مال شمار کیا جاسکتا ہے کیونکہ حقوق سے فائدہ لیا جاتا ہے۔

نیز اگر فقہ حنفی کے تناظر میں ان حقوق کی بیع ناجائز بھی ہو تو چونکہ آج کل حقوق کی خرید وفروخت عموم بلویٰ کی شکل اختیار کر چکی ہے اور اصول یہ ہے کہ عموم بلویٰ کی صورت میں حکم میں تخفیف پیدا ہو جاتی ہے۔فخر الدین زیلعی نے لکھا ہے:

ووجه التخفيف عموم البلوىٰ والضرورة وهي توجب التخفيف فيما لا نص فيه۔[34]

---

[31] ۔الحسنی محمد رفیق(2014ء)،رفیق البرکات لاہل الزکوۃ،کراچی،جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم،ص:158۔159

al-Ḥasanī, Muḥammad Rafīq (2014 CE), *Rafīq al-Barakāt li-Ahl al-Zakāh* (Karachi: Jāmiʿah Islāmiyyah Madīnat al-ʿUlūm), pp. 158–159.

[32] ۔رحمانی،خالد،سیف اللہ(2017ء)،مال کی حقیقت اور حقوق کی خرید وفروخت،جدید فقہی مباحث،ج:9،ص:469

Raḥmānī, Khālid Sayf Allāh (2017 CE), *Māl kī Ḥaqīqat aur Ḥuqūq kī Kharīd-o-Furūkht* (*Jadīd Fiqhī Mabāḥith*), vol. 9, p. 469.

[33] ۔كاسانى ، ابوبكر بن مسعود (1327ھ)، بدائع الصنائع، ج:7،ص:375

Kāsānī, Abū Bakr b. Masʿūd (1327 AH), *Badāʾiʿ al-Ṣanāʾi , vol. 7, pp. 375

[34] ۔زيلعى، فخر الدين ،عثمان بن على (1314ھ)،تبيين الحقائق، مصر، مطبعة الكبرٰ ى الاميرية، ج:1، ص: 75

"یعنی وجوہ تخفیف میں سے عموم بلوی اور ضرورت ہے اور یہ اسباب یسر (آسانی) ہے ان احکام میں جن سے متعلق مذہب کی نص صریح نہیں ہے۔"

حقوقِ معنویہ میں زکوۃ:

حقوقِ معنویہ کی خرید وفروخت سے حاصل شدہ سرمایہ پر زکوۃ کا دارومدار چونکہ ان کی خرید وفروخت کے حکم پر تھا اسی وجہ سے اس سے متعلق تفصیلی حکم تحریر کیا گیا۔

بہر حال حقوقِ معنویہ سے حاصل ہونے والے سرمایہ پر جہاں تک زکوۃ کا تعلق ہے تو اس سے متعلق تفصیل یہ ہے کہ جن اہل علم حضرات کے نزدیک حقوق کی خرید وفروخت جائز نہیں ان کے نزدیک چونکہ ان سے حاصل شدہ مال، مال حرام ہے اور مال حرام پر زکوۃ نہیں ہے۔ابن عابدین شامی نے قنیہ کے حوالے سے لکھا ہے:

في القنية لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكاة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه۔[35]

"قنیہ میں ہے کہ اگر مال، مال خبیث (حرام وناپاک مال) ہو تو اس پر زکوۃ واجب نہیں۔ کیونکہ اس سارے مال کو صدقہ کرنا واجب ہے لہٰذا (زکوۃ دے کر) بعض میں صدقہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

بیع الحقوق کے مجوزین کے نزدیک حقوق مجردہ میں زکوۃ:

جن علماء کے نزدیک حقوق مجردہ کی بیع جائز ہے تو ان کے نزدیک ان میں زکوۃ میں تفصیل ہے۔ مسئلہ ہذا میں معاصر اہل علم کی تین آراء ہیں:

۱۔ پہلی رائے یہ ہے کہ حقوق معنویہ میں مطلقاً زکوۃ واجب نہیں، یہ قول ڈاکٹر سعید رمضان البوطی اور عبد الحمید بعلی کا ہے۔

۲۔ دوسری رائے اس حوالے سے یہ ہے کہ حق تالیف اور حق ایجاد میں واجب نہیں جبکہ تجارتی نام، تجارتی لائسنس اور تجارتی نشان (ٹریڈ مارک) میں زکوۃ واجب ہے جبکہ اس میں مال تجارت کی شرائط زکوۃ پائی جائیں، یہ رائے ڈاکٹر عجیل النشیمی کی ہے۔

Zaylaʿī, Fakhr al-Dīn ʿUthmān b. ʿAlī (1314 AH), *Tabyīn al-Ḥaqāʾiq*, vol. 1, p. 75.

[35] ۔ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز (1386ھ/1966ء)، رد المحتار، ج:2، ص:291

۳۔ تیسرے قول میں تفصیل ہے، یہ رائے زاہر فواد السباع کی ہے۔
ذیل میں ان آراء کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

ا۔ پہلی رائے:

جن علماء کے نزدیک حقوق معنویہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ان کی رائے یہ ہے کہ حقوق معنویہ حقوق ذہنی ہیں ، یہ سامان نہیں اور جبکہ یہ سلع (سامان) نہیں تو اس میں زکوٰۃ کی اہم شرط "نماء" متحقق نہیں، لہٰذا ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ ان کی اس رائے کی دلیل زاہر فؤاد نے یوں بیان کی ہے:

"وحجة هذا القول ان الحقوق المعنوية اصول لايمكن بيعها على وجه الانفراد، بل يستفاد من غلتها وهى الترخيص وحق الاستعمال دون التملک، بل تملک المنفعة وهى مثل التاجير فتكون غلة وريعاً وعليه فهى من المستغلات، والمستغلات لازكوٰة فيها۔

وينطبق عليها حقيقة المستغل، لان اصلها ثابت ويستغل ولايباع بل يؤجر فمثلاً براءة الاختراع تبقى حقاً لصاحبها مدة17سنة فى بعض القوانين ثم يتيح المالک استخدامها لمن اراد من المصانع المتخصصة لمدة محددة بقيمة ايجارية۔[36]

" اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حقوق معنویہ ایسے اصول ہیں جن کو انفرادی طور پر نہیں بیچا جاسکتا، بلکہ ان سے فائدہ لائسنس اور حق استعمال دینے کے ذریعے حاصل کیا جاتا اصل شئی کو ملکیت نہیں بنایا جاتا۔ البتہ اس کے منافع کی ملکیت حاصل کی جاسکتی ہے یعنی ان حقوق کی آمدن کرایہ یا اجرت کی طرح ہوتی ہے اس لئے یہ مستغلات (یعنی ایسی چیزوں کی طرح ہیں جنہیں کرایہ پر دیا جاتا ہے)، کے حکم میں ہے۔ اور مستغلات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اور ان حقوق معنویہ پر مستغلات کی حقیقت صادق آتی ہے، کیونکہ ان میں اصل حق مالک کے پاس رہتا ہے، نیز انہیں بیچا نہیں جاتا بلکہ مخصوص وقت کے لئے اجارہ پر دیا جاتا ہے، اب جیسے

---

[36] ۔السباع، زاہر فؤاد(س ن)، الحقوق المعنوية ماليتها ووجوب الزكوٰة فيها، اسكندرية، كلية دراسات الاسلامية، ص:214

al-Sibāʿ, Zāhir Fuʾād*al-Ḥuqūq al-Maʿnawiyyah Māliyatuhā wa Wujūb al-Zakāh fīhā* (Iskandariyyah: Kulliyyat al-Dirāsāt al-Islāmiyyah), pp. 214

بعض ممالک کے قوانین کے مطابق حق ایجاد، موجد کے لئے تقریباً سترہ سال تک رہتا ہے۔
پھر مالک اس حق ایجاد کے منافع کو خاص کمپنیوں کے ہاتھوں محدود مدت تک پر دے دیتا ہے
تاکہ وہ اس کو استعمال کریں اور اس کے بدلے وہ اجرت وصول کرتا ہے۔"

دوسری رائے:

ان علماء کی رائے یہ ہے کہ بعض حقوق معنویہ میں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ بعض ایسے حقوق ہیں جن میں وجوب کا قول نہیں کیا جا سکتا، اس کے لئے انہوں نے درج ذیل قاعدہ ذکر کیا ہے، فؤاد زاہر لکھتے ہیں:

"فتلک الحقوق لاتخلو، اما ان یمکن انفصالها عن موضوعاتها واعدادها للتجارة کما فی الاسم التجاری والترخیص والعلامة التجاریة او لایمکن ذالک کما فی حقوق التالیف والابتکار، فان امکن انفصالها فانها تکون عرضا تجاریًا تجب زکاتها اذا انطبقت علیها شروط زکاة عروض التجارة، وان لم یمکن انفصالها واعدادها للتجارة فلاتجب زکاتها لعدم تحقق شرط النماء فیها۔"

"تو یہ حقوق دو حال سے خالی نہیں ہیں، یا تو یہ اپنے اصل موضوع سے الگ اور تجارت کے لئے وضع ہو سکیں گے جیسا کہ تجارتی، لائسنس اور ٹریڈ مارک، یا ممکن نہ ہو گا جیسے حق تالیف اور حق ایجاد، پہلی صورت یعنی کہ ان کا الگ کرنا ممکن ہو تو یہ سامان تجارت کے حکم میں ہے اور اس میں شرائط موجود ہونے کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہے، اور اگر اپنے اصل سے الگ نہ ہو سکے نہ ہو اور نہ ہی تجارت کے لئے انہیں تیار کیا گیا ہو تو اس صورت میں شرط نماء کے عدم تحقق کی واجب سے زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔"[37]

تیسری رائے:

یہ قول تفصیل پر مشتمل ہے، یہ رائے ان حقوق کے درمیان فرق کرتی ہے کہ کچھ حقوق ایسے ہیں جو صرف فائدہ اٹھانے کے لئے بنائے جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو تجارت کے لئے فروخت کئے جاتے ہیں، اور سبب اختلاف یہ ہے کہ حق استعمال دینا کیا بیع ہے یا محض انتفاع مشروط؟ جن علماء کے نزدیک حق ایجاد کے استعمال کی اجازت بیع ہے تو

---

[37] ۔السباع ، زاہر فؤاد(س ن)، الحقوق المعنویة مالیتها ووجوب الزکوٰة فیها، ص:215
al-Sibāʿ,Zāhir Fuʾād,al-Ḥuqūq al-Maʿnawiyyah Māliyatuhā wa Wujūb al-Zakāh fīhā pp. 215.

ان کے نزدیک یہ سامان تجارت کے حکم میں ہے، اور جن لوگوں کے نزدیک ترخیص استعمال محض مشروط نفع دینا ہے توان کے نزدیک اس کا حکم مستغلات (وہ اشیاء جن سے نفع بطور کرایہ حاصل کیا جاتا ہے) کا ہے۔

پہلی صورت:

یعنی اگر حقوق معنویہ ایسے ہوں جن سے صرف نفع حاصل کیا جاسکتا ہو جیسے حق ایجاد، حق شہرت (goodwill)، تو اس صورت میں ان کی قیمت چاہے جتنی بھی ہو ان میں زکوۃ واجب نہیں ہے، کیونکہ یہ حقوق دراصل ذاتی ملکیت کی اشیاء میں پوشیدہ منفعتوں کے مثل ہیں جیسے کرایہ کی گاڑی یا مکان میں اصل پر تو زکوۃ واجب نہیں لیکن ان کی آمدنی پر زکوۃ واجب ہے، اسی طرح حقوق ایجاد و شہرت میں اصل پر تو زکوۃ واجب نہیں ہو گی البتہ ان سے حاصل ہونے والی رائلٹی پر زکوۃ واجب ہو گی جبکہ شرائطِ زکوۃ موجود ہوں۔

دوسری صورت:

اگر کوئی شخص حقوقِ معنویہ کی خرید وفروخت کرتا ہے اور اُن سے منافع کماتا ہے اور الگ سے اس کی تجارت بنا رکھی ہو تو اس صورت میں اس پر مالِ تجارت کی زکوۃ عائد ہو گی، کیونکہ اس صورت میں یہ بمنزلہ اس سامان کے ہے جو فروخت کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

کیونکہ از روئے حدیث جس چیز کی وضع تجارت و بیع کے لئے ہو اس پر زکوۃ واجب ہے۔

شعیب اللہ خان مفتاحی حقوق معنویہ کی زکوۃ سے متعلق رقمطراز ہیں:

> "پہلی جماعت کی رائے یہ ہے کہ حقوق معنویہ میں زکوۃ واجب ہے، کیونکہ یہ مال ہے اور اس کو بیچا اور خریدا جاتا ہے لہٰذا اس پر باقاعدہ زکوۃ واجب ہو گی۔
>
> "دوسری جماعت کی رائے میں تفصیل یہ ہے کہ (1) اگر حقوق معنویہ محض اپنے کام میں لانے کے لئے ہیں تجارت کے لئے نہیں تو ان میں زکوۃ واجب نہیں ہے کیونکہ یہ مال نامی نہیں ہے اور زکوۃ کے لئے مال نامی ہونا شرط ہے۔(2) اگر کوئی شخص اپنا حق معنوی بیچ دے تو حاصل شدہ مال میں زکوۃ واجب ہو گی۔ اگر نصاب تک پہنچے یا دیگر اموال کے ساتھ خلط کی صورت میں نصاب کے برابر ہو۔ اگر کوئی شخص حقوق معنویہ کی تجارت کرتا ہے لوگوں کے حقوق کی خرید وفروخت کرتا ہے تو اس شخص کے حق میں حقوق معنویہ مال تجارت ہے لہٰذا وہ ان حقوق کی بازاری قیمت کے مطابق ہر سال زکوۃ ادا کرے گا۔

یہی رائے اوفق بالفقہ ہونے کی وجہ سے اصح اور اکثر کے نزدیک مختار ہے، لہٰذا اسی کو قابل عمل سمجھنا چاہیے۔"[38]

راجح رائے اور وجہ ترجیح:

مقالہ نگار کی رائے کے مطابق آخر الذکر رائے راجح ہے۔اس کی وجہ درج ذیل ہے:

دین اسلام نے زکٰوۃ کو مادی اور محسوس اشیاء میں واجب قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِہِمْ صَدَقَۃً تُطَہِّرُھُمْ وَ تُزَکِّیْہِمْ بِہَا وَصَلِّ عَلَیْہِمْ-اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّہُمْ- وَ اللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ-[39]

"اے حبیب! تم ان کے مال سے زکٰوۃ وصول کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کردو۔"

یونہی حدیثِ نبوی ﷺ ہے جب نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا کہ:

فاخبرهم ان الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من اغنيائهم فترد على فقرائهم۔[40]

"انہیں خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان (مسلمانوں) پر زکٰوۃ فرض کی ہے جو ان کے امیر لوگوں سے لی جائے گی اور غریبوں میں تقسیم کی جائے گی۔"

آیت اور حدیثِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ظاہر ہے کہ زکٰوۃ کا تعلق مادی اشیاء سے ہے، اشیاء معنویہ کے ساتھ نہیں ہے، کیونکہ مادی شی کو لے اور دے سکتے ہیں۔

نیز احادیث طیبہ کے مطابق جس شیٔ کی وضع تجارت وفروخت کے لئے ہو اسی پر زکٰوۃ واجب ہے۔ چنانچہ امام ابوداؤد سمرہ بن جندب سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں:

"فإن رسول اللهﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع۔"[41]

---

[38] ۔مفتاحی، شعیب اللہ خان (2021ء) زکوٰۃ کے اہم اور جدید مسائل، بنگلور، الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم، ص:87
Miftaḥī, Shuʿayb Allāh Khān (2021 CE), *Zakāt ke Aham aur Jadīd Masāʾil*, p. 87.

[39] ۔التوبۃ،9 : 103
Al-Qurān, 9:103

[40] ۔القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ج1، ص 50
al-Qushayrī, Muslim b. Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, vol. 1, p. 50.

[41] ۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعث(2009ء/1404ھ)، سنن ابی داؤد، بیروت، دارالرسالۃ العالمیۃ، ج:3، ص:10

"رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اس چیز میں زکوۃ دیا کریں جسے ہم بیع وتجارت کے لئے مقرر کردیں۔"

نتائج بحث:

1. متقدمین فقہاء احناف کے نزدیک مال کے لئے عین ہونا ایک جوہری اور ضروری شرط ہے، البتہ متاخرین فقہاء نے کسی چیز کی مالیت یا تقوم کو لوگ کے تعامل پر چھوڑا ہے۔
2. ایسے حقوق جو شریعت کی جانب سے کسی کو اصالۃً عطا کئے گئے ہوں جیسے حق قصاص، حق نوبت، حق طلاق وغیرہ ان کی خرید وفروخت جائز نہیں، البتہ تنازل بالعوض جائز ہے۔
3. ایسے حقوق جو شریعت کی طرف سے صاحب حق کو دفع ضرر کے لئے عطا کئے گئے ہو جیسے حق شفعہ وغیرہ، ایسے حقوق کی نہ تو خرید وفروخت جائز ہے اور نہ ان سے صلح بالعوض جائز ہے۔
4. ایسے حقوق جن کا تعلق کسی عقد واہلیت کی بنیاد پر ہو جیسے حکومتی عہدے، کمپنی ایجنٹ، وقف کی نگرانی وغیرہ ایسے حقوق کی بیع تو جائز نہیں، البتہ تنازل بالعوض جائز ہے۔
5. حقوق اسبقیت یعنی جس چیز تک سب سے پہلے کوئی پہنچ جائے تو اس کی بیع جائز نہیں البتہ تنازل بالعوض جائز ہے۔
6. حقوق مجردہ یعنی ایسے حقوق جن کا تعلق عین سے نہ ہو یا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ جیسے حق مرور، حق تعلی وغیرہ ان کی بیع جائز نہیں ہے البتہ اگر ان کا تعلق محل سے ہو تو اس صورت میں اسے متعلق عین کے بمنزلہ قرار دے کر اس کے جواز کا قول کیا گیا ہے۔
7. حقوق معنویہ (جیسے حق تالیف وایجاد، حق شہرت(goodwill)، تجارتی نشان، تجارتی لائسنس) ان حقوق کا تعلق اگرچہ نہ تو عین سے ہے اور نہ مقصود بالذات ہے تاہم عصرِ حاضر میں ان کو ایک قیمت مال کے طور پر تصور کیا جاتا ہے، لہٰذا عرف وتعامل الناس کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔
8. حقِ فضا چونکہ عصر حاضر میں ایک اہم ترین اور قیمتی حق ہے، چنانچہ مختلف ممالک ایک دوسرے کا حق فضا استعمال کرنے کے لئے معاہدے کرتے ہیں، ایک دوسرے کے فضائی حقوق کا احترام کرتے ہیں لہذا، ضرورت اور تعامل کی بنیاد پر حق فضا کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔
9. حقوق معنویہ میں زکوۃ سے متعلق تین قسم کی آراء ہیں:

Abū Dāwūd, Sulaymān b. al-Ashʿath (2009/1404 AH), *Sunan Abī Dāwūd* (Beirut: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah), vol. 3, p. 10.

10. سعید رمضان البوطی، عبد الحمید البعلی وغیر ہم کی رائے یہ ہے کہ حقوق معنویہ میں شرط نماء متحقق نہ ہونے کی وجہ سے اس میں مطلقاً زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

11. دوسری رائے کے مطابق جن حقوق کو اپنے اصل سے الگ کیا جاسکتا ہو اور تجارت کے لئے مقرر کیا جاسکتا ہو جیسے تجارتی لائسنس، ٹریڈ مارک وغیرہ تو یہ سامان تجارت کے حکم میں ہے اور ان میں زکوٰۃ ہوگی۔ اور جن کا الگ کرنا ممکن نہ ہو جیسے حقوق ایجاد و تصنیف وغیرہ تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ یہ رائے ڈاکٹر عجیل النشیمی وغیرہ کی ہے۔

12. تیسری رائے کے مطابق جن حقوق سے صرف نفع حاصل کیا جاتا ہے تو یہ گھر کے ذاتی اشیاء کی طرح ہیں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ ان سے حاصل ہونے والی آمدنی پر دیگر شرائط زکوٰۃ کے تحقق سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

13. اور اگر کوئی شخص ان سے صرف منافع حاصل نہیں کرتا، بلکہ حقوق معنویہ کی تجارت کرتا رہتا ہے تو اس صورت میں ان پر مال تجارت کی زکوٰۃ عائد ہوگی۔

سفارشات

1۔ حقوقِ مجردہ (Intangible Rights) کو شرعاً مال تسلیم کرنے کی وضاحت:

جدید فقہی تحقیق کے مطابق حقوقِ مجردہ — جیسے کاپی رائٹ، پیٹنٹ، ٹریڈ مارک، اور کمرشل لائسنس — کو عرفِ عام میں مال کی حیثیت حاصل ہے۔ لہٰذا فقہاء و قانون ساز اداروں کو چاہیے کہ ان کی شرعی حیثیت کو باضابطہ طور پر متعین کریں تاکہ ان کی خرید و فروخت اور ملکیت کے اصول واضح رہیں۔

2۔ زکوٰۃ کے نصاب اور حساب میں تجدید:

چونکہ حقوقِ مجردہ آج کے دور میں ایک قیمتی اثاثہ (asset) بن چکے ہیں، اس لیے زکوٰۃ کے نصاب اور حساب میں ان حقوق کو شامل کرنے کے لیے واضح ضوابط مقرر کیے جائیں۔ مثلاً اگر ان سے سال بھر آمدنی حاصل ہو تو اس آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی، جیسے کرایہ یا منافع پر ہوتی ہے۔

3۔ اسلامی مالیاتی اداروں کی رہنمائی:

اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ حقوقِ مجردہ کی تجارت، لائسنسنگ اور اجارہ کے اصولوں کو شریعت کے دائرے میں رہ کر منظم کریں۔ ان کے لیے **فقہی رہنما خطوط (Sharī'ah Guidelines)** تیار کیے جائیں تاکہ ان کی مالی سرگرمیاں درست رہیں۔

4۔ قانونی و فقہی ہم آہنگی کی ضرورت:

موجودہ دنیا میں جہاں حقوقِ مجردہ قانونی طور پر تسلیم شدہ ہیں، وہاں فقہی لحاظ سے بھی قانونی تعریف اور شرعی تعریف میں تطبیق **(harmonization)** کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے بین الاقوامی فقہی کونسلوں کو جدید اجتہاد کی روشنی میں ایک مشترکہ موقف اختیار کرنا چاہیے۔

5۔ فقہی تعلیم ونصاب میں شمولیت:

جامعاتِ اسلامیہ اور مدارس میں فقہ المعاملات (فقہِ اقتصادیات) کے نصاب میں حقوقِ مجردہ، ڈیجیٹل اثاثے، اور ان کی زکوٰۃ جیسے موضوعات شامل کیے جائیں تاکہ آئندہ نسل کے علماء جدید مالیاتی و تجارتی نظام کو اسلامی تناظر میں سمجھ سکیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License